© rasailojaraid.com

تذکرہ ایک محسن کا

محمد رمضان یوسف سلفی

چپکے سے کس طرح وہ لحد میں اتر گئے
رکھا تھا جن کو خانہ دل میں اتار کر (عاجز)

۵ جنوری کی صبح وہ محرم جاں رختِ سفر باندھ کرفردوس کو روانہ ہوا جس نے ہمیں توحید وسنت کی راہ دکھائی اور مسلک اہلحدیث سے آشنا کیا تھا۔رشتے میں وہ میری والدہ کے سگے بھائی، والد مرحوم کے نسبتی برادر اور میرے ماموں تھے۔ان کا نام محمد شریف اور ان کے والد (اور میرے نانا) کا اسم گرامی غلام محمد تھا۔رشتے داروں اور جماعتی احباب میں میرے یہ ماموں، مولوی محمد شریف کے نام سے معروف تھے۔

1925ء کے لگ بھگ ضلع جالندھر (ہندوستان) کے نواحی گاؤں ''شیخاں پنڈ مسیت والا''(مسجد والا) میں پیدا ہوئے۔یہ گاؤں ضلع جالندھر سے بجانب مشرق آدم پور جانے والی سڑک پر واقع تھا اس گاؤں میں زیادہ لوگ سید خاندان کے رہتے تھے۔ماموں محترم نے گاؤں کی مسجد میں ناظرہ قرآن پڑھا اور جالندھر ہائی اسکول میں مڈل تک تعلیم حاصل کی۔1947ء میں خاندان کے ہمراہ مستقل طور پر فیصل آباد آ گئے۔اور لیبر کالونی (موجودہ سمن آباد) میں سکونت اختیار کی۔اسی دور میں ان کی زندگی میں تغیر رونما ہوا۔

ہمارے خاندان میں یہ پہلے فرد تھے جنہوں نے تحقیق کر کے مسلک اہلحدیث اختیار کیا اور پھر اسلامی تعلیمات پر اس قدر شدت سے عمل پیرا ہوئے کہ غیر شرعی رسوم وعوائد سے مکمل اجتناب کیا اور اتباع سنت پر سختی سے عمل پیرا ہو گئے۔نمازِ پنج وقتہ کے پابند ہی نہیں بلکہ صف اول کے نمازی تھے۔مجال ہے جو کبھی ان کی تکبیر اولیٰ فوت ہو۔نماز تہجد باقاعدگی سے پڑھتے۔سردیوں کی یخ بستہ راتوں میں جب لحاف سے منہ باہر نکالنا سوہان روح ہوتا وہ تین بجے کے قریب اٹھتے، ٹھنڈے پانی سے وضو کرتے، نماز کیلئے مصلے پر کھڑے ہو جاتے اور رب تعالیٰ کے حضور سرگوشیاں شروع کر دیتے۔یہی سلسلہ مئی جون کی مختصر راتوں میں بھی جاری رکھتے۔

ہم حیران ہوتے کہ رات کو تین گھنٹے سے بھی کم سوتے ہیں سارا دن کام بھی کرتے ہیں لیکن انکے معمولات میں ذرا برابر فرق نہیں آنے پاتا۔نماز فجر کے بعد وہ دیر تک مسنون وظائف پڑھتے اس کے بعد سیر کیلئے چلے جاتے وہاں سے فارغ ہو کر گھر آتے قرآن پاک کی تلاوت فرماتے پھر ناشتہ کرتے اور کام پر چلے جاتے۔بڑے وضع دار اور خود دار انسان تھے۔زندگی بھر اپنے ہاتھ سے کمایا اور کھایا۔متوکل علی اللہ اور استغنا کی دولت سے مالا مال تھے۔تقوی وپرہیز گاری اس حد تک کہ ہمیشہ رزق حلال کمایا اور کھایا۔کسی زمانے میں زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں ملازمت اختیار کی۔وہاں سے ملازمت اس لئے چھوڑ دی کہ افسران بالا کا دستِ نگر بن کر رہنا انہیں گوارہ نہ تھا۔

ایک بار ایک افسر سے کہنے لگے گورنمنٹ پاکستان کا ملازم ہوں، تنخواہ مجھے گورنمنٹ دیتی ہے آپ نہیں لہذا میں تمہارے ذاتی کام نہیں کرسکتا۔یہ کہا اور ملازمت سے مستعفی ہو کر گھر آ گئے۔

وہ اپنے کام سے کام رکھتے کسی کی غیبت اور برائی سے پرہیز کرتے، دین دار لوگوں سے محبت رکھتے تھے جب تک صحت اچھی رہی جماعتی کانفرنسوں میں سامع کی حیثیت سے شریک ہوتے اور دوسرے شہروں میں بھی ذوق وشوق سے چلے جاتے۔ان کے رفیق سفر ان کے دوست حافظ محمد سلیمان انصاری مرحوم (سمن آباد والے) ہوا کرتے تھے۔وہ قرآن کے حافظ اور قاری تھے۔آنکھوں کے نابینا اور دل کے روشن تھے۔ماموں محترم علمائے اہلحدیث، مولانا احمد دین گکھڑوی، حافظ عبد القادر روپڑی، مولانا محمد حسین شیخوپوری، مولانا عبد اللہ بورے والا اور شہید ملت علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی محبت رکھتے اور ان کے واقعات بتایا کرتے تھے۔

اکتوبر 1968ء میں راولپنڈی میں آل پاکستان اہلحدیث کانفرنس لیاقت باغ میں ہوئی تھی اس میں علامہ احسان الٰہی ظہیر نے بڑا ولولہ انگیز خطاب فرمایا تھا۔علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید کی پاکستان میں خطابت کا یہ ابتدائی دور تھا اور اس کانفرنس کے خطاب نے تو دھوم مچا دی تھی۔ماموں محترم علامہ صاحب کی اس تقریر کی بڑی تعریف کیا کرتے تھے۔مسلک اہلحدیث سے انہیں والہانہ لگاؤ تھا۔کسی مدرسے سے پڑھے ہوئے تو نہ تھے البتہ ذاتی مطالعہ اور علمائے کرام سے سن سنا کر سینکڑوں مسائل یاد کر لئے تھے۔

حافظہ بڑا مضبوط تھا۔تاریخ سے انہیں نہایت دلچسپی تھی۔خاندان کے بعض افراد انہیں ازرہِ مزاح ''جغرافیہ'' کہتے تھے۔میں نے پہلی بار ''وہابی'' کا لفظ ان سے متعلق سنا تھا۔اس وقت ہماری رہائش فیصل آباد کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نواحی گاؤں چک 268 پکی پنڈوری میں تھی۔ میں اس وقت چھوٹا ہی تھا کہ ماموں محترم ہمارے ہاں گاؤں آئے محلے کے بڑے بوڑھے مجھے مذاق کے انداز میں کہنے لگے تمہارے گھر میں جو" پروہنا" آیا ہے وہ تو وہابی ہے۔ میں بڑا حیران کہ میرے ماموں تو بڑے خوبصورت ہیں۔ نکلتا قد، گندم گوں رنگت، پاؤں میں چپل سر پر ٹوپی کے اوپر رومال آج سے تیس سال پہلے کا ان کا ہیولا میری نظروں کے سامنے ہے مجھے وہ نماز کیلئے مسجد کو جانے تیز تیز قدم اٹھاتے نظر آ رہے ہیں۔

1978ء کی گرمیوں میں ہم گاؤں سے ترک سکونت کر کے فیصل آباد آ گئے اور ان ماموں محترم کے ہاں ہی قیام پذیر ہوئے۔ یہیں سے میری زندگی میں انقلاب آیا۔ میں اس وقت چوتھی جماعت میں پڑھتا تھا۔ میں نے یہاں آ کر ماموں محترم کے ساتھ مسجد قدس اہلحدیث سمن آباد جانا شروع کر دیا۔ وہ نماز جمعہ اور دیگر نمازوں میں مجھے ساتھ لے کر جاتے اور میری سمجھ کے مطابق مجھے نماز سے متعلق مسائل سمجھاتے۔

میں نے ابتداء میں رفع الیدین، آمین بالجہر اور سینے پر ہاتھ باندھنا ایسے مسائل پر عمل شروع کر دیا تھا۔ ماموں محترم ہم بہن بھائیوں کو دعائیں اور قرآنی سورتیں بھی یاد کراتے تھے۔ جو صحیح دعائیں اور سورتیں سناتا اسے انعام کے طور پر کچھ نقدی دیتے۔ بچوں پر جہاں وہ اس قدر شفیق تھے وہیں بعض معاملات میں بڑے سخت بھی تھے۔ اس دور میں ٹی۔ وی کسی کسی کے گھر میں ہوتا تھا ماموں محترم کڑی نظر رکھتے کہ کہیں کوئی بچہ کسی کے گھر ٹی۔ وی تو دیکھنے نہیں گیا۔ اگر کسی نے یہ جرم کر لیا اور ان کو پتہ چل گیا تو پھر اس بچے کی شامت آ جاتی۔

وہ اس سختی سے نوٹس لیتے کہ" نانی یاد آ جاتی" پہلے وہ کان کھینچتے پھر سختی سے چٹکی لیتے کہ بچہ بلبلا اٹھتا۔ آئندہ کیلئے توبہ کروائی جاتی پھر جان بخشی ہوتی۔ بسا اوقات بڑا لطیفہ ہوتا۔

ماموں جان کپڑے دھو رہے ہیں، ریڈیو پر انہوں نے خبریں لگا رکھی ہیں کان اسی طرف لگے ہوئے ہیں اب جیسے ہی خبریں ختم ہوتیں اور کوئی گانا بجنا شروع ہو جاتا تو ماموں جان ریڈیو بند کرنے کو بھاگتے ساتھ ہی کہتے" میں تیرا گل کٹناں واں" گانے کو وہ بہت برا سمجھتے تھے۔

1979ء میں ہم اپنے تعمیر کردہ مکان میں نثار کالونی آ گئے۔ 12 دسمبر کی رات میرے والد محترم محمد یوسف کچھ عرصہ بیمار رہ کر فوت ہو گئے۔ یہ حادثہ ہمارے لئے بھی اور ان کیلئے بھی بہت بڑے صدمے کا باعث تھا۔ ابھی اس صدمے کے زخم تازہ ہی تھے کہ ہمارے مکان میں چوری ہو گئی۔ اس نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔ ان نامساعد حالات میں میرے تینوں ماموں صاحبان نے ہر طرح سے ہمارے ساتھ تعاون کیا اور دست شفقت رکھا۔

ماموں محمد شریف صاحب نے ہمارے لئے کرایہ داروں سے اپنا مکان خالی کرا لیا اور ہمارے ماموں زاد محمد قاسم ہمیں اپنے ہاں اس مکان میں لے آئے۔ 1980ء میں ماموں محترم بھی اپنے اس نثار کالونی والے مکان میں آ گئے۔ اب ایک بار پھر ان کی تربیت میں رہنے اور انہیں قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ 1982ء میں ہم نثار کالونی سے متصل سنورہ کالونی میں مکان تعمیر کیا اور یہاں آ گئے۔

لیکن ماموں محترم سے ملاقات روزانہ ہی نماز فجر، مغرب اور عشاء میں ہو جاتی تھی، دوپہر کے وقت وہ ہمارے ہاں آتے اور ہم چائے اکٹھے پیتے تھے۔ دینی کتابوں کی طرف ماموں محترم نے میری بڑی رہنمائی فرمائی۔ ابتدا میں مشکوۃ شریف ان سے لیکر بالاستیعاب پڑھی تھی۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ماموں محترم نے مسلک اہلحدیث کے سلسلے میں نہ صرف میری راہنمائی فرمائی بلکہ ہر طرح سے میری تربیت بھی کی وہ مجھے ساتھ ساتھ رکھا کرتے تھے۔ کسی عزیز کی عیادت کو جانا ہو یا کسی عزیز کی شادی ہے ہم اکٹھے جاتے۔ بسا اوقات مختلف مسائل پر ان سے بحث و مباحثہ بھی ہو جاتا وہ اپنی طبیعت کے برعکس موقف پر جلال میں آ جاتے اور بات شکر رنجی تک منتج ہوتی تھوڑے دنوں بعد پھر پہلے سا ماحول پیدا ہو جاتا۔

مجھے وہ ہر وقت نصیحت ہی کرتے تھے۔ نماز فجر میں اگر کبھی بروقت نہ پہنچ پاتا اور جماعت رہ جاتی اب میں مسجد کو جا رہا ہوں اور راستے میں ان سے" ٹاکرا" ہو گیا تو وہ آؤ دیکھتے نہ تاؤ بڑے سخت الفاظ میں سرزنش کرتے۔ بعض مسائل میں اس قدر متشدد تھے کہ سنن کو بھی فرائض تک لے جاتے۔ کھانا دو وقت ہر ماہ ایام بیض کے روزے باقاعدگی سے رکھتے۔ جوانی میں مختلف اوقات میں دو شادیاں کیں اتفاق سے دونوں بیویاں فوت ہو گئیں پھر انہوں نے شادی نہیں کی۔" لاولد" ہی تھے۔ 1994ء کے ماہ اپریل میں انہیں پہلی بار دل کی تکلیف ہوئی۔ علاج کے بعد اچھے بھلے ہو گئے۔

دو سال پہلے بیماری نے پھر زور کیا اب شوگر اور بلڈ پریشر بھی ساتھ لگ گئے۔ آخر کار 5 جنوری کی صبح ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اسی روز نماز ظہر کے بعد مولانا حکیم ثناء اللہ ثاقب صاحب کی اقتدا میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور انہیں سپرد خاک کر دیا گیا۔ چند الفاظ اس نیک نیت انسان کی یاد میں لکھے گئے ہیں کہ جس نے دینی اعتبار سے مجھ پر احسان عظیم کیا اور مجھے مسلک اہلحدیث سے شناسا کرایا۔ قارئین سے مرحوم کیلئے دعاؤں کی درخواست ہے۔

© rasailojaraid.com